صد هزاراں شکر پیش آریم باما یار شد
روئے خنداں با جمال نازنیں دیدار شد

در دو عالم کے بیابد وصل جاناں را عزیز
وصل جاناں یافتهم چوں بخت من به در کار شد

دلبرم بر تخت خود درخواب مستی خفته بود
نام من بشنید پس اس خواب خود بیدار شد

بهر دیدن روئے جاناں مرده بودم سالها
زنده گشتم ناگهاں دیدار او هر بار شد

کوئے او هر بار رفتم تابه بینیم روئے او
لطف او برمن ننگر دیدار او هر بار شد

خاطرم افگار بود از درد هجراں سالها
بعد دیدن خاطرم فی الحال بے افگار شد

در جدائی مانده بودم کرد یکجا کارساز
بعد یکجا ناز بازی باضم بسیار شد

چوں بخوردم آں شراب لم یزل از دست او
بعد خوردن جام گہہ مست و گہہ هشیا رشد

چوں تجلی کرد جاناں بردل من نا گہاں
ایں دلم بعد از تجلی مخزن اسرار شد

چوں زِ فضلش جان من در سر اعظم در رسید
یک بیک آں سر اعظم پیش من اظہار شد

مطرباں رازو دگوتا طبل شاهی در دهند
بخت "راجا" گرد سهون یار وی دو چار شد

دیدارِ یار

لاکھ لاکھ شکر ہے میں اپنے یار کے پاس موجود ہوں اور اس کا دیدار کررہا ہوں اس روح خندہ جمال نازنین کا دیدار مجھے نصیب ہوا....اس دو جہاں عالم میں میرے محبوب جاناں کا وصل مجھے معلوم ہے یعنی مجھے مقام محبوب اس دو جہاں میں آشکار ہے میرا محبوب تخت

پر بیٹھ کر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور میں خواب مستی میں بیدار ہوں. میرا نام لیکر مجھے پکارا میں خواب سے بیدار ہوا (نوٹ) قلندر کبریا اس غزل میں معشوقِ حقیقی سے دیدار کی گفتگو کر رہے ہیں اور یہ مستی دیدار حالتِ خواب میں ہے اور معشوق اپنے عاشق کا نام لیکر بیدار کر رہا ہے اس منزل پر مولوی معنوی حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں.:....

شمۂ زیں حال عارف وانمود
خلق را ہم خوابِ حسی در ربود

ترجمہ (تمہیں کیا معلوم کہ عارفین کی نیند کیا ہے اُن کی کیفیتِ خواب کیا ہے جب وہ سو رہے ہوتے ہیں تو ان کا سونا بے خبری نہیں ہے بلکہ وہ اپنے جسم سے نکل کر دیدارِ یار کرتے ہیں....)

محبوب کے دیدار کی ہوس سے سالہا سال ہم فنا تھے اور ایک دم اس کے دیدار سے حیاتِ جاودِانی عطا ہوگئی، اور بقا در بقا بن گیا میں اپنی یار کی گلی سے بار بار گزرتا ہوں کہ اس کا دیدار ہو جائے اور یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ وہ اپنا بار بار دیدار دکھاتا ہے یار کے دیدار کے شوق

میں سالہا دردِ ہجراں سے گزرا ہوں.. کہ کب مجھے وصل یار عطا ہو اور اس کے دیدار کی خاطر میرا دل زخمی زخمی ہو گیا ہے اس جدائی میں طلبِ دیدار کی خواہش ہی کارساز بن گئی. اور اس کے بعد محبوب سے ملاپِ مسلسل شروع ہو گیا اور میں نے اپنے ہاتھ میں شرابِ عشقِ لازوال ہاتھ میں لی ہوئی ہے اور یہ جام پینے کے بعد کبھی میں مست ہوں کبھی میں ہوشیار ہوں اور میرے محبوب کی تجلی نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے یعنی جہاں میرا قلب ہے وہاں میرے محبوب کی تجلی ہے

(یعنی قلندرِ کبریا فرما رہے ہیں معشوقِ مطلقہ کی تجلی عارف کے قلب میں ہوتی ہے جس سے اس کا قلب قلب نہیں رہتا بلکہ لطیفہ روحانیہ بن کر کہیں قلب نورانیہ بن کر قلزم متلاطم میں تبدل ہو جاتا ہے)

اور جب اس تجلی کا ظہور میرے قلب پر ہوتا ہے تو اس تجلی کے پوشیدہ خزانے مجھ پر آشکار ہو جاتے ہیں اے راجہ ان رازوں پر سے زیادہ پردہ نہ اُٹھا بات کو کوتاہ کر طبلِ شاہی تیری گفتگو میں ہے تو نیک بخت ہے سیہون کے گرد ہی یار ہے اور یہی چارہ گر ہے......